



مجلس البحث الإسلامي
محدث فقهی

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

قتل کے احکام اور اس کی اقسام

الجواب بعون الوهاب بشرط صحة السؤال

و علیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

الحمد للہ، والصلوة والسلام علی رسول اللہ، أما بعد!

جنایات جنایت کی جمع ہے جس کے لغوی معنی ہیں۔ "کسی کے بدن مال یا عزت پر تجاوز کرنا۔" فقہائے کرام نے جسمانی نقصان سے متعلق شرعی مسائل کو کتاب الجنایات کے تحت بیان کیا ہے جبکہ باقی دو قسموں (کسی کے مال یا عزت کو نقصان پہنچانا) کو کتاب الحدود کا عنوان دیا ہے۔

کسی شخص کو بدنی طور پر نقصان پہنچایا جائے تو اس میں قصاص یا دیت اور کفارہ لازم آتا ہے۔ تمام اہل اسلام کا اتفاق ہے کہ کسی مسلمان کو ناحق قتل کرنا حرام ہے۔ اس کی دلیل کتاب و سنت میں موجود ہے۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے :

وَلَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ الَّتِي حَرَّمَ اللَّهُ بِالْإِنْفِصَاءِ ... ۲۳ ... سورة الإسراء

"اور جس کا خون کرنا اللہ نے حرام کر دیا ہے اسے قتل مت کرو ہاں! مگر حق کے ساتھ۔" [1]

نیز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے :

"وَمَنْ قَتَلَ نَفْسًا مِّنْهُنَّ فَقَدْ قَتَلَ الْوَحْدَةَ الَّتِي بَيْنَ يَدَيَّ، وَالْغَنَاءَ الَّتِي بَيْنَ يَدَيَّ، وَالْغَنَاءَ الَّتِي بَيْنَ يَدَيَّ، وَالْغَنَاءَ الَّتِي بَيْنَ يَدَيَّ"

"کسی مسلمان آدمی کا خون بہانا حلال نہیں سوائے تین قسم کے گناہوں میں سے کسی ایک گناہ کا ارتکاب کرنے والے کے شادی شدہ زنا کرے یا کوئی کسی کو قتل کر دے۔ یا دین کو چھوڑ دے اور مسلمانوں کی جماعت سے علیحدہ ہو جائے۔" [2]

جس شخص نے کسی مسلمان کو ناجائز قتل کیا اس کے بارے میں انتہائی سخت الفاظ استعمال کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا :

وَمَنْ يَقْتُلْ مُؤْمِنًا مِّنْهُمْ فَقَدْ قَتَلَ الْوَحْدَةَ الَّتِي بَيْنَ يَدَيَّ، وَالْغَنَاءَ الَّتِي بَيْنَ يَدَيَّ، وَالْغَنَاءَ الَّتِي بَيْنَ يَدَيَّ، وَالْغَنَاءَ الَّتِي بَيْنَ يَدَيَّ ... سورة النساء

"اور جو کوئی کسی مومن کو قتل کر ڈالے اس کی سزا دوزخ ہے جس میں وہ ہمیشہ رہے گا اس پر اللہ کا غضب ہے اور اس پر اللہ نے لعنت کی ہے اور اس کے لیے بڑا عذاب تیار کر رکھا ہے۔" [3]

مسلمان کو ناجائز قتل کرنے والا شخص فاسق ہے کیونکہ وہ کبیرہ گناہ کا مرتکب ہوا ہے نیز اس کا معاملہ اللہ تعالیٰ کے سپرد ہے چاہے تو عذاب دے اور اگر چاہے تو اسے معاف کر دے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے :

إِنَّ اللَّهَ لَا يَغْفِرُ لِمَنْ شَرَكَ بِهِ وَيَغْفِرُ مَا دُونِ ذَلِكَ ... ۴۸ ... سورة النساء

"یقیناً اللہ اپنے ساتھ شریک کیے جانے کو نہیں بخشتا اور اس کے سوا جو چاہے بخش دیتا ہے۔" [4]

یہ سزا تب ہے جب وہ توبہ نہ کرے اگر توبہ کر لے تو اس کی توبہ قبول ہوگی۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے :

قُلْ يٰۤأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اَتُوبُ إِلَى اللَّهِ فَاغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ إِنَّ اللَّهَ يَغْفِرُ الذُّنُوبَ الَّتِي تَحْتَ الْوُحُوشِ وَالْغُفُورُ الرَّحِيمُ ... ۵۲ ... سورة الزمر

"میری جانب سے) کہہ دو کہ اے میرے بندو! جنہوں نے اپنی جانوں پر زیادتی کی ہے تم اللہ کی رحمت سے ناامید نہ ہو جاؤ۔ یقیناً اللہ سارے گناہوں کو بخش دیتا ہے واقعی وہ بڑی بخشنش (اور بڑی رحمت والا ہے۔" [5]

واضح رہے کہ توہ کرنے سے آخرت میں مقتول کا حق قاتل کے ذمے سے ختم نہ ہوگا بلکہ مقتول قاتل کی نیکیوں میں سے اس قدر حصہ لے گا جس قدر اس پر ظلم ہوا تھا یا پھر اللہ تعالیٰ اپنے خاص فضل و کرم سے مقتول کو قاتل کی طرف سے خاص جزا و انعام دے دے گا۔

یاد رہے مقتول کا حق قصاص لینے سے بھی ختم نہ ہو گا کیونکہ قصاص لینا مقتول کے ورثاء کا حق ہے جو ان کو صدمہ اور نقصان پہنچانے کے عوض میں ہے۔

علامہ ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ "تحقیقی بات یہ ہے کہ قتل سے متعلق تین حقوق ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا حق مقتول کا حق اور ولی کا حق۔ جب قاتل نادیم ہو کر اور اللہ تعالیٰ کے خوف سے خود کو ولی کے حوالے کر دے اور صحیح توبہ کر لے تو اللہ تعالیٰ کا حق ساقط ہو جاتا ہے اویسا کا حق قصاص لینے یا صلح کرنے یا قاتل کو معاف کر لینے سے ادا ہو جاتا ہے۔ باقی رہا مقتول کا حق تو اللہ تعالیٰ اپنے توبہ کرنے والے (قاتل) بندے کی طرف سے مقتول کو عوض ادا کر دے گا۔ اور ان کے درمیان صلح کر ا دے گا۔ [6]

اکثر اہل علم کے ہاں قتل کی تین قسمیں ہیں قتل عمد، قتل شبہ عمد، قتل خطا، قتل عمد اور قتل خطا کا ذکر قرآن مجید کی اس آیت میں ہے۔

۹۲ ... ومن يقتل مؤمناً متعمداً فجزاؤه جهنم خالداً فيها وغضب الله عليه ولعنه وأعد له عذاباً عظيماً ۹۳ ... سورة النساء

"کسی مومن کو دوسرے مومن کا قتل کر دینا زیبا نہیں مگر غلطی سے ہو جائے (تو اور بات ہے)، جو شخص کسی مسلمان کو بلا قصد مار ڈالے، اس پر ایک مسلمان غلام کی گردن آزاد کرنا اور مقتول کے عزیزوں کو خون بہا پسچانا ہے۔ ہاں یہ اور بات ہے کہ وہ لوگ بطور صدقہ معاف کر دیں اور اگر مقتول تمہاری دشمن قوم کا ہو اور وہوہ مسلمان، تو صرف ایک مومن غلام کی گردن آزاد کرنی لازمی ہے۔ اور اگر مقتول اس قوم سے ہو کہ تم میں اور ان میں عہد پیمان ہے تو خون بہا لازم ہے، جو اس کے کنبے والوں کو پسچایا جائے اور ایک مسلمان غلام کا آزاد کرنا بھی (ضروری ہے)، پس جو نہ پائے اس کے ذمے دو مہینے کے لگھار روزے ہیں، اللہ تعالیٰ سے بخشوانے کے لئے اور اللہ تعالیٰ بخوبی جاننے والا اور حکمت والا ہے (92) اور جو کوئی کسی مومن کو قصد اُقتل کر ڈالے، اس کی سزا دوزخ ہے جس میں وہ ہمیشہ رہے گا، اس پر اللہ تعالیٰ کا غضب ہے، اسے اللہ تعالیٰ نے لعنت کی ہے اور اس کے لئے بڑا عذاب تیار رکھا ہے" [7]

البتہ قتل شبہ عمدت مطہرہ سے ثابت ہے چنانچہ عمرو بن شعیب کی روایت میں ہے۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"عَصَلَ شَيْءٌ النَّهْمَ مَقْلَقًا مِثْلَ عَصَلِ النَّهْمِ، وَلَا يَفْتَحِلُ صَاحِبُهُ، وَذَلِكَ أَنْ يَمُوتَ وَالْإِطْطَانُ، فَتَكُونُ دِمَاءُ بَيْنِ النَّاسِ فِي غَيْرِ ضَعِيفَةٍ، وَلَا تَحِلُّ سِلَاحٌ"

قتل شبہ عمدہ کی دیت قتل عمدہ کی طرح سخت ہے البتہ اس میں قاتل کو قصاص میں قتل نہیں کیا جائے گا۔ اس کی وجہ ہے کہ شیطان دو آدمیوں کے درمیان کو دھپاتا ہے جس کے نتیجے میں قتل کا ارتکاب ہو جاتا ہے۔ حالانکہ ان دونوں (قاتل اور مقتول) کے درمیان پہلے سے دشمنی نہیں تھی اور ہتھیار بھی نہیں اٹھائے گئے۔" [8]

عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: (بعض صورتوں میں) غلطی سے ہو جانے والا قتل جو قتل عمد سے مشابہ ہو اسے شہرہ عدت کہتے ہیں مثلاً: جو کوڑا یا عصا لگنے سے قتل ہو جاتا ہے۔ اس میں دیت ساوانٹ ہیں جن میں سے چالیس اونٹنیاں حاملہ ہوں گی۔ [9]

قتل عمد یہ ہے کہ مجرم کسی بے گناہ شخص کو یہ جلتے ہوئے قتل کر دے کہ وہ انسان ہے اور وہ ایسی شے (آلہ) استعمال کرے جس سے قتل ہو جائے گا گناہ غالب ہو۔

اس تعریف سے ثابت ہوا کہ کوئی بھی قتل "قتل" عمد "تب ہوگا جب اس میں درج ذیل شرائط پائی جائیں۔

1۔ قاتل نے قتل ارادے کے ساتھ کیا ہو۔

2- قاتل کو معلوم ہو کہ اس نے جسے قتل کیا ہے وہ انسان ہے اور (فی الحقیقت) قصور وار نہ تھا بلکہ معصوم تھا۔

3۔ قتل میں جو آئہ استعمال کیا گیا وہ ایسا ہو جس سے عام طور پر آدمی قتل ہو سکتا ہو۔ وہ آئہ دھار والا ہو یا بغیر دھار کے۔

اگر ان شرائط میں سے ایک شرط بھی کم ہو تو قتل عمدہ نہ ہوگا کیونکہ عدم ارادہ سے قصاص لازم نہیں آتا۔ اگر کوئی ایسے ہتھیار کے سبب قتل ہوا جس سے عام طور پر کوئی قتل نہیں ہو سکتا تو اسے اتفاقی قتل قرار دیا جائے گا یعنی قتل خطا قرار پائے گا قتل عمد نہیں۔

تحقیق واستقرار سے معلوم ہوا کہ قتل عہد کی درج ذیل نو صورتیں ہیں۔

1- کسی کو ایسے ہتھیار کے ساتھ زخم لگایا جائے جو جسم میں داخل ہو جائے ہو۔ مثلاً: بھجری کا مٹاپا تیز آلات وغیرہ امام ابن قدامر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس صورت کے قتل عہد ہونے میں علماء کے درمیان کوئی اختلاف نہیں۔

2- کسی کو بھاری بھر کمشے سے زخمی کیا جائے مثلاً: بہتر چھوٹا تو مور جانے کی صورت میں قتل عمدہ ہوگا الایہ کہ بہتر جسم کے اس حصے پر مارا جائے جہاں چوٹ لگنے سے موت واقع ہوجاتی ہے یا وہ پہلے ہی انتہائی کمزور ہو مثلاً: بیمار ہو، بوچھڑا، بوچھڑا ہو یا گرمی سردی لگنے سے کمزور ہو گیا ہو یا سے چھوٹا بہتر بار بار مارا گیا حتیٰ کہ اس کی موت واقع ہوگئی۔ اسی طرح کسی نے ایک شخص پر دیوار گرا دی یا گاڑی چڑھا دی یا دھکا دے کر بلندی سے گرا دیا اور وہ مر گیا تو یہ قتل عمدہ ہے۔

3۔ کوئی کسی کو چہرہ پہاڑ کرنے والے خوشخوار جانور کے آگے پھینک دے مثلاً: شیر، سانپ وغیرہ ان جانوروں کے آگے کسی کو جان بوجھ کر اور ادا پہنچانا اسے عداً قتل کرنے کے مترادف ہے۔

4۔ کسی کو ایسی آگ یا پانی میں ڈال دیا جائے جس سے اس کا نکلنا ناممکن ہو۔

ہمارے درمیان معاہدہ ہو۔

2۔ جس میں قاتل پر صرف کفارہ (مومن غلام کی آزادی) ادا کرنا ہوتا ہے۔ اس کی صورت یہ ہے کہ کوئی مسلمان کسی دوسرے مسلمان کو کافروں کی صف میں کھڑا دیکھے اور پھر اسے لاعلمی میں کافر سمجھ کر قتل کر دے۔

امام شوکانی رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب "تفسیر فتح القدیر" میں آیت :

فَانْكَرَ مِنْ قَوْمٍ عَدُوًّا لَكُمْ وَنُحُومًا مِّنْ فَخْرٍ رَّزَقْنَاهُ يُبَدِّلُ... ۹۲ ... سورة النساء

کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ "مقتول کا تعلق ایسی دشمن قوم سے ہو جو حربی کافروں لیکن وہ مسلمان ہو کر انہی میں رہے اور ہجرت نہ کرے۔ مسلمان سمجھیں کہ اس نے اسلام قبول نہیں کیا اور اپنے آبائی دین پر قائم ہے پھر اسے کسی موقع پر قتل کر دیں تو قاتل پر دیت لازم نہ ہوگی بلکہ وہ ایک مومن غلام یا مومنہ لونڈی آزاد کرے گا۔ اہل علم کے درمیان یہاں نکتہ اختلاف یہ ہے کہ دیت کے ساقل ہونے کی وجہ کیا ہے؟ ایک قول یہ ہے کہ مقتول کے سر پرست کافر ہیں لہذا دیت میں ان کا کوئی حق نہیں۔ اور دوسرا مسلمانوں کی نسبت کم ہے۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے :

فَانْكَرَ مِنْ قَوْمٍ عَدُوًّا لَكُمْ وَنُحُومًا مِّنْ فَخْرٍ رَّزَقْنَاهُ يُبَدِّلُ... ۹۲ ... سورة النساء

"اور جو ایمان تولائے ہیں لیکن ہجرت نہیں کی تھارے لیے ان کی کچھ بھی رفاقت نہیں۔" [14]

اس کے بارے میں تیسرا قول یہ ہے کہ مقتول کی دیت ادا کی جائے گی جو بیت المال میں جمع ہوگی۔ [15]

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں : "آیت کریمہ کا یہ حکم اس مسلمان شخص کے لیے ہے جو کافروں میں رہنے پر مجبور اور معذور ہو۔ مثلاً : قیدی ہو یا وہ مسلمان جو کفار کی صفوں سے نہیں نکل سکتا اور ہجرت بھی نہیں کر سکتا البتہ ایسا مسلمان شخص جو اپنی مرضی سے کفار کی صفوں میں کھڑا ہے تو اس کی کوئی ضمان نہیں دی جاسکتی کیونکہ اس نے خود اپنے آپ کو بغیر کسی عذر کے معرض ہلاکت میں رکھا ہے۔"

قاتل کے عاقل یعنی برادری پر دیت واجب ہونے کی دلیل سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بنو نضیر کی ایک عورت کے بچے کے بارے میں فیصلہ دیا جسے اس کی ماں کے پیٹ میں مار دیا گیا کہ اس کے بدلے غلام یا لونڈی ادا کی جائے پھر یوں ہوا کہ جس عورت کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے غلام یا لونڈی کا فیصلہ کیا تھا وہ عورت بھی مر گئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا : "مرنے والی عورت کی میراث اس کے بیٹوں اور خاوند کو ملے گی۔ باقی رہی دیت تو وہ اس (قاتل) کے عصبہ ادا کریں گے۔" [16]

اس حدیث شریف سے واضح ہوا کہ قتل خطا میں دیت عاقلہ پر ہے اس پر اہل علم کا اجماع ہے۔ اس میں حکمت یہ ہے کہ جس شخص سے غلطی سرزد ہوئی ہے اس شخص پر دیت لازم کرنے میں عظیم نقصان ہے کیونکہ اس کا ارادہ قتل کرنے کا نہ تھا نہ خطا سے قتل کا صدور ہوا ہے اور خطا میں تو انسان سے اکثر وقوع پذیر ہوتی ہی رہتی ہیں۔ اس کی غلطی کا یوحہ اس کیلئے پر ڈال دینا اس پر مالی زیادتی ہے۔

اسی طرح مقتول کی جان بھی تو محترم تھی لہذا اس کا بدلہ معاوضہ بھی ضروری ہے۔ اگر اس کا خون رائیگاں قرار دیا جائے تو اس کے ورثاء کا نقصان ہے بالخصوص اس کے اہل و عیال کا لہذا شارع نے دیت ان لوگوں پر واجب قرار دی ہے جو قاتل کے سر پرست اور مددگار ہیں۔ وہ مل کر ادائیگی دیت میں اس کی مدد کریں۔ یہ ایسے ہی ہے جیسے کسی فقیر کو نان و نفقہ دینا یا قیدی ہو تو اس کے عصبہ رشتہ داروں کا فرض ہے کہ اسے ہجڑانے کی کوشش کریں۔ قاتل مر جائے گا تو وارث بھی عاقلہ ہی ہوں گے لہذا اب قتل خطا میں یوحہ بھی وہی برداشت کریں۔ مثل مشورہ "جو فائدہ حاصل کرے وہ تاوان بھی بھرے۔" واللہ اعلم۔

قاتل پر کفارے کا یوحہ درج ذیل امور کی وجہ سے ہے :

1۔ مرنے والی جان قابل احترام تھی۔

2۔ قتل میں قاتل کی کوتاہی ضرور شامل ہے وہ اس سے مبرا نہیں۔

3۔ اگر قاتل کے ذمے دیت نہیں تو اس پر کچھ نہ کچھ تاوان پڑنا چاہیے اور یہ کفارے کا یوحہ ہے۔

عاقلہ کو دیت کی ادائیگی کا ذمہ دار بنانے اور قاتل پر کفارہ ڈالنے میں کئی ایک حکمتیں اور مصلحتیں ہیں۔ اللہ تعالیٰ جو عظیم و برتر ہے اس نے اپنے بندوں کی دینی دنیاوی مصلحتوں اور منافع کا کس قدر خیال رکھا ہے۔

عاقلہ (عصبہ) میں غلام بچہ نادار دیوانہ عورت اور دوسرے مذہب کا آدمی شامل نہیں کیونکہ یہ افراد دو تعاون کرنے والوں میں داخل و شامل نہیں ہوتے۔

قتل خطا کی دیت تین سال کے اندر ادا کرنا ضروری ہے۔ حاکم کو چاہیے کہ وہ قاتل کے ہر عصبہ پر دیت کا اس قدر حصہ دینا مقرر کرے جو اس کی استطاعت میں ہو نیز سب سے پہلے قاتل کے قریب ترین عصبہ پر ذمہ داری ڈالے اگر وہ نہ ہوں تو اس سے دور والوں پر یوحہ ڈالے۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ "جب دیت جلد لینے میں مصلحت ہو تو عاقلہ کو ادائیگی دیت میں مہلت نہ دی جائے بلکہ نقد وصول کی جائے۔" [17]

قصاص کے احکام

قتل عمد کی صورت میں شرائط مکمل ہوں تو قصاص کی مشروعیت پر علماء کا اجماع ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے :

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِتْلُ إِذَا قُتِلَ بِإِحْسَانٍ وَأَنْتُمْ بِالْإِحْسَانِ وَأَنْتُمْ بِلَا تَنْتِ... ۱۷۸ ... سورة البقرة

"اے ایمان والو! تم پر مقتولوں کا قصاص لینا فرض کیا گیا ہے آزاد آزاد کے بدلے غلام غلام کے بدلے اور عورت عورت کے بدلے۔ [18]"

نیز ارشاد ہے :

وَكُنْتُمْ عَلِيمِينَ بِمَا أَنَّى الْفَنَسُ بِالْفَنَسِ ۝ ٤٥ ... سورة المائدة

"اور ہم نے (یہودیوں کے ذمے) تورات میں یہ بات مقرر کر دی تھی کہ جان کے بدلے جان ہے۔" [19]

قرآن مجید کا یہ حکم تورات میں بھی تھا۔ یاد رہے سابقہ شریعت کا ہر حکم ہمارے لیے بھی قابل عمل الایہ کہ جسے ہماری شریعت منسوخ قرار دے دے قصاص کے بارے میں فرمان الہی ہے :

وَلَقَدْ فُتِنَ الْإِسْرَافِيُّ بِمَا أَنَّى الْإِسْرَافِيُّ بِالْإِسْرَافِ ۝ ١٧٩ ... سورة البقرة

"عقل مندو! قصاص میں تمہارے لیے زندگی ہے اس باعث تم (قتل ناحق سے) روک گے۔" [20]

امام شوکانی رحمۃ اللہ علیہ درج بالا آیت کی تفسیر کرتے ہوئے لکھتے ہیں : "اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے قصاص میں زندگی رکھی ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ جب کسی کو یہ علم ہوگا کہ کسی آدمی کو قتل کی صورت میں قصاص کے طور پر اسے بھی قتل کیا جاسکتا ہے تو وہ قتل کرنے سے باز آجائے گا۔ اسی طرح جب ہر انسان کی یہ سوچ ہوگی تو معاشرے میں قتل کا دروازہ بند ہو جائے گا اور اس طرح ہر شخص کو زندگی مل جائے گی اللہ تعالیٰ نے یہاں ایک طویل مضمون کو فصیح و بلیغ انداز میں اور مختصر الفاظ میں بیان کیا ہے یہاں پر بلاغت کا یہ نکتہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قصاص کو زندگی قرار دیا ہے۔

حالانکہ بظاہر وہ موت کی ایک صورت ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ اس کے نتیجے میں لوگ ایک دوسرے کو قتل کرنے سے باز رہتے ہیں اس طرح ان کی زندگی محفوظ رہتی ہے پھر اس حکم میں خطاب کا رخ اہل عقل کی طرف ہے کیونکہ وہی لوگ ہیں جو نتائج اور انجام پر نگاہ رکھتے ہیں اور نقصان وہ امور اور کاموں سے خود کو بچاتے ہیں لیکن لوگ نادان جو شیلے اور جذباتی ہوتے ہیں وہ جوش و جذبات کی رد میں بہ کر مستقبل کے عواقب و نتائج کی کوئی پروا نہیں کرتے جیسا کہ ایک شاعر کا کہنا ہے :

سَأَخْضِلُ عَيْنِي الْغَارِ بِالسَّيْفِ جَانِبًا
عَلَى قَتْلِهِ الْوَلَدِ مَا كَانَ جَانِبًا

"میں اپنے متعلق غار اور طعنوں کو تلوار کے ساتھ دھو ڈالوں گا۔ اس حال میں کہ میں اپنے اوپر اللہ کی قضا کو لاگو کر رہا ہوں جو نافذ کرے سو کر۔"

دھو ڈالوں گا عازمانے کی اپنی تلوار سے

نہیں ہے پروا مجھ کو تقدیر کے ہر وار سے

پھر اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کے لیے قصاص کا جو حکم جاری فرمایا ہے اس کی وجوہ بیان کی : "لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ" یعنی قصاص کو ذہن نشین رکھو گے تو قتل کرنے سے باز آجائے اور یہ چیز حصول تقویٰ کا سبب ہے۔" [21]

سنت نبویہ میں وارد ہے کہ قصاص لینے والے کو اختیار حاصل ہے کہ وہ قصاص لے یا دیت قبول کرے یا قاتل کو بلا عوض معاف کر دے اور یہ افضل ہے۔ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :

"مَنْ قَتَلَ زَعِيمًا، فَمِنْ بَعْرِ النَّفَرِ بَيْنَ الْإِنِّ وَالْعَيْنِ، وَإِلَّا يَنْقُذَ الْإِنِّ الْفَتِيلَ". وَقِيلَ: إِيَّاهُ يَنْقُذُ، وَإِلَّا يَنْقُذُ"

"جس کا کوئی آدمی قتل ہو جائے اسے اختیار حاصل ہے کہ وہ چاہے تو دیت قبول کرے اور چاہے تو قصاص لے لے۔" [22]

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے :

فَمَنْ عُفِيَ ذَنْبٌ مِنْ أُخِيهِ، فَاتَّبَعَ بِأَمْرِهِ وَأَدَّ إِلَيْهِ بِحَبْلٍ ... ١٧٨ ... سورة البقرة

"ہاں! جس کسی کو اس کے بھائی کی طرف سے کچھ معافی دے دی جائے اسے بھائی کی اتباع اور اچھے طریقے سے دیت کی ادائیگی کرنی چاہیے۔" [23]

نیز ارشاد ہے :

وَأَنْ تَقْتُلُوا أَقْرَبَ لِلتَّقْوَىٰ

"اور تمہارا معاف کر دینا تقوے کے بہت نزدیک ہے۔" [24]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :

"وَلَا عَارَ لِمَنْ مَطَّلَعَهُ عَنِّي بِمَا وَجَّهَ اللَّهُ إِلَيْهِ زَادَهُ اللَّهُ بِعَارًا"

"جس شخص نے اپنے مسلمان بھائی کا ظلم معاف کر دیا اللہ تعالیٰ اس کی عزت میں اضافہ کرے گا۔" [25]

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "دھوکے سے قتل کرنے والے کو معاف کرنا معاف نہیں کیونکہ ایسے شخص سے بچنا مشکل ہوتا ہے جیسے محاربہ میں قتل کرے تو اسے معاف نہیں کیا جاتا۔ عام حالات میں قصاص لینے کے بجائے معاف کر دینا بہتر ہے بشرطیکہ اس میں کوئی فساد و خرابی لازم نہ آئے۔"

قاضی ابویعلیٰ رحمۃ اللہ علیہ نے ایک اور صورت بتاتے ہوئے کہا: "کہ اگر کسی نے مسلمانوں کے امام و امیر کو قتل کیا تو قاتل کو قصاص میں قتل کرنا لازم ہے کیونکہ اس میں موجود فساد اور بگاڑ واضح ہے۔"

ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ نے قبیلہ عربین کے واقعے کو ملحوظ رکھ کر کہا ہے کہ کسی کو دھوکے سے قتل کرنے والے پر حد نافذ کر کے قتل کیا جائے۔ یعنی اس عمل سے اسے قتل کرنا حد ہے جسے معافی کے ذریعے سے بھی ساقط نہیں کیا جا سکے گا اس میں برابر کا لحاظ بھی ضروری نہیں۔ یہ اہل مدینہ کا مسلک ہے۔ امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کے مذہب کی ایک روایت بھی اسی کے مطابق ہے۔ جبکہ شیخ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ نے اسے اختیار کیا ہے اور اسی کے مطابق فتویٰ دیا ہے۔"

مقتول کے سر پرست کے لیے قصاص لینے کا استحقاق تب ہے جب چار شرائط موجود ہوں۔

1۔ مقتول کو بلاوجہ ناجائز قتل کیا گیا ہو۔ اگر اسے قتل کرنا جائز ہو تو اس میں قصاص نہیں مثلاً: کسی مسلمان نے کسی حربی کافر کو یا مرتد کو (جب کہ اس نے توبہ نہ کی) یا کسی زانی کو قتل کر دیا تو قاتل سے قصاص نہ لیا جائے گا۔ البتہ اسے سزا ضروری جائے گی کہ اس نے حاکم سے فیصلہ کیوں نہ حاصل کیا؟

2۔ قاتل عاقل اور بالغ ہو کیونکہ قصاص ایک اہم اور سخت سزا ہے جس کا نفاذ بچے اور پاگل پر نہ ہوگا کیونکہ دونوں کے کاموں میں قصد و ارادہ شامل نہیں ہوتا نیز ان کے پیش نظر کوئی واضح اور صحیح مقصد نہیں ہوتا اور اس لیے بھی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے:

"بلغ القوم عن حدی: عن النبی حتی یبلغ، وعن النائم حتی یستیقظ، وعن النائم حتی یستیقظ، وعن النائم حتی یستیقظ"

"تین اشخاص سے قلم اٹھایا گیا ہے: سوتے ہوئے سے جب تک وہ بیدار نہ ہو بچے سے جب تک وہ بالغ نہ ہو اور مجنون سے جب تک وہ ہوش و عقل میں نہ آئے۔" [26]

ابن قدامہ رحمۃ اللہ علیہ نے اس نقطہ نظر پر اہل علم کا اجماع نقل کیا ہے۔

3۔ جنایت (ارتکاب جرم) کے وقت مقتول اور قاتل برابر درجے کے ہوں یعنی مسلمان ہونے آزاد یا غلام ہونے میں مساوی ہوں یعنی قاتل ایسا نہ ہو جو مقتول سے اسلام یا آزادی میں افضل ہے لہذا اس معیار کی روشنی میں۔ مسلمان کو کافر کے بدلے میں قتل نہیں کیا جاسکتا کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے:

"لَا یُقْتَلُ مُنْجَرٌ بِكَافِرٍ"

"کسی مسلمان کو کافر کے بدلے میں قتل نہ کیا جائے۔" [27]

اسی طرح آزاد شخص کو مقتول غلام کے بدلے میں قتل نہیں کیا جائے گا چنانچہ سیدنا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے:

"مَنْ أَسْلَمَ أَنْ لَا يُقْتَلَ خَبِيرٌ"

"یہ سنت میں سے ہے کہ آزاد کو غلام کے بدلے قتل نہ کیا جائے۔" [28]

اس کی ایک وجہ یہ ہے کہ جب مقتول قاتل کے برابر کا نہیں تو مقتول کے ورثاء کا قاتل کو قتل کرنا حق سے زیادہ لینے کے مترادف ہے۔

درج بالا معیار کے علاوہ قاتل اور مقتول میں کوئی برتری اثر انداز نہ ہوگی لہذا خوبصورت کو بد صورت کے بدلے قتل کیا جائے گا۔ اسی طرح معزز اور غیر معزز بڑے اور چھوٹے یا مرد اور عورت یا عقیل مند اور کم عقل میں بسلسلہ قصاص کوئی فرق و امتیاز نہ ہوگا کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان:

وَلَقَدْ عَلَّمْنَا فِي الْإِنشَانِ الْفَرْقَ ۚ إِنَّ الْإِنشَانَ لِرَبِّهِ لَكَنَّاظٌ ۚ... سورة المائدة ۴۰

"اور ہم نے (موجودوں کے ذمے) تواریات میں یہ بات مقرر کر دی تھی کہ جان کے بدلے جان ہے۔" [29]

نیز ارشاد الہی ہے:

"أَنفِ بِأَنفٍ"

"آزاد بدلے کے آزاد (کا قصاص ہے) [30] میں عموم ہے۔"

قاتل والد نہ ہو۔ یعنی مقتول قاتل کا بیٹا، پوتا یا بیٹی پوتی وغیرہ نہ ہو۔ اگر والدین یا دادا، نانا وغیرہ اپنے کسی بچے کو قتل کر دیں گے تو انہیں قصاص میں قتل نہ کیا جائے گا کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے:

"اولاد کے بدلے والد کو قتل نہ کیا جائے۔" [31]

ابن عبد البر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "یہ روایت حجاز اور عراق کے علمائے حدیث کے ہاں معروف مشہور ہے۔"

اس حدیث سے اور اسی مضمون کی دوسری احادیث سے ان نصوص کے عموم میں تخصیص ہو جاتی ہے جن میں وجوب قصاص کا حکم وارد ہوا ہے اور یہ جمہور اہل علم کا مسلک ہے البتہ اولاد کو والدین کے بدلے میں بطور قصاص قتل کرنا درست ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان میں عموم ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِصَاصُ فِي الْقَتْلِ ... سورة البقرة 178

"اے ایمان والو! تم پر مقتولوں کا قصاص لینا فرض کیا گیا ہے۔" [32]

یاد رہے اگر باپ اولاد قتل کر دے تو قصاص میں اسے قتل نہ کرنے کی دلیل موجود ہے جیسا کہ پیچھے ذکر ہوا ہے۔ اس لیے والد کو مستثنیٰ قرار دیا گیا ہے جب یہ چار شرائط موجود ہوں تو مقتول کے وارث قصاص لینے کا حق رکھتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کی طرف سے قصاص کی مشروعیت کا مقصد لوگوں کے ساتھ رحمت و شفقت کرنا اور ان کی جانوں کو محفوظ رکھنا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

وَلَكُمْ فِي الْقِصَاصِ حَيَوةٌ يَا أُولِي الْأَلْبَابِ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ ... سورة البقرة 179

"عقل مندو! قصاص میں تمہارے لیے زندگی ہے اس باعث تم (قتل ناحق سے) رکو گے۔" [33]

ستیاناں ہوں لوگوں کا جو کہتے ہیں کہ قصاص وحشی اور ظالمانہ سزاؤں کا نام ہے۔ ایسے لوگ یہ نہیں چاہتے اور دیکھتے کہ مجرم نے کس طرح وحشت اور ظلم کا مظاہرہ کرتے ہوئے ایک بے قصور شخص کو قتل کرنے کا اقدام کیا شہر میں خوف و ہراس پیدا کرنے کی کوشش کی کئی عورتوں کو بیوہ کیا، مقتول کے بچوں کو یتیم کیا کئی گھروں کو ویران اور متاثر کیا۔ درحقیقت یہ لوگ ظالم پر ترس کھاتے ہیں۔ بے قصور اور مظلوم سے کوئی بھرداری نہیں رکھتے۔ ان لوگوں کی سوچ پرافسوس ہی کیا جاسکتا ہے۔

أَفَحُكْمَ الْجَلِيدِ يَجْعَلُونَ وَمَنْ أَحْسَنُ مِنَ اللَّهِ حُكْمًا لِّمَنْ جَعَلَهُ أَعْمًى ... سورة المائدة 50

"کیا یہ لوگ پھر سے جاہلیت کا فیصلہ چاہتے ہیں۔ یقین رکھنے والے لوگوں کے لیے اللہ سے بہتر فیصلے اور حکم کرنے والا کون ہو سکتا ہے۔" [34]

قصاص میں مجرم سے اس کے لیے ہوئے مجرم کی مثل ہی اس کے مشابہ بدلہ لیا جاتا ہے۔ اس میں حکمت یہ ہے کہ قصاص لینے سے مظلوم یا اس کے ورثاء کا جوش و جذبہ ٹھنڈا ہو جاتا ہے ان کے دل کو تشفی ہو جاتی ہے ظلم کا سد باب ہو جاتا ہے دل و دماغ میں اٹھنے والے طوفان کا سد راک ہو جاتا ہے نیز اہم بات یہ ہے کہ نظام قصاص کے نفاذ میں نوع انسانی کی بقا مضمر ہے۔

عہد جاہلیت میں انتقام لینے میں مہلنے سے کام لیا جاتا تھا۔ اس کی ایک صورت یہ تھی کہ زیادہ تر مجرم کے ساتھ ساتھ غیر مجرم سے بھی بدلہ جاتا۔ یہ ایسا ظلم تھا جس سے مقصد حاصل نہ ہوتا تھا بلکہ فتنہ اور خوریزی بڑھتی تھی۔ جب دین اور اسلام آیا تو اس نے دیہجرا حکام کے ساتھ نظام قصاص بھی دیا اور بتایا کہ قصاص صرف قصور وار سے لیا جائے۔

ان احکام سے لوگوں کو دل و انصاف ملا اور خوریزی رک گئی۔ معاشرے میں امن و سکون کے پھول کھل گئے۔

قصاص تب واجب ہوگا جب مذکورہ شرائط موجود ہوں۔ علاوہ ازیں فقہائے کرام نے چند مزید شرائط کا ذکر بھی کیا ہے جو قصاص لینے والے وارث میں ہوں اور وہ تین ہیں۔

1۔ قصاص کا مطالبہ کرنے والا عاقل و بالغ ہو اگر وہ بچہ یا دیوانہ ہوگا تو اس حال میں قصاص کا مطالبہ کرنا اس کے لیے درست نہ ہوگا کیونکہ قصاص لینے سے مظلوم یا مظلوم کے ورثاء کو ان کے انتقامی جذبات کی تشفی و تسکین حاصل ہو جاتی ہے یہ چیز بچے یا دیوانے کو حاصل نہیں ہوتی۔ لہذا قصاص کے اجراء میں انتظار کر لیا جائے اور مجرم کو اس وقت تک جیل میں بند رکھا جائے جب تک بچہ یا دیوانہ صحیح نہ ہو جائے۔ ایک روایت میں ہے کہ سیدنا معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بد بن خشرم کو اس وقت تک جیل میں بند رکھا جب تک مقتول کا بیٹا بالغ نہ ہو گیا۔ یہ کام صحابہ کرام رضوان اللہ عنہم اجمعین کے دور میں ہوا اور کسی نے اعتراض نہ کیا لہذا اس مسئلے پر سیدنا معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہد میں موجود صحابہ کرام رضوان اللہ عنہم اجمعین کا اجماع ثابت ہوا۔

اگر مقتول کا وارث بچہ یا مجنون شخص اور ان میں نان و نفقہ کی ضرورت ہے تو صرف مجنون کے ولی کو چاہیے کہ اس کی پرورش کی خاطر مقتول کی دیت قبول کر لے کیونکہ کوئی علم نہیں کہ دیوانہ کب صحیح ہو اور یہ بھی ممکن ہے کہ وہ صحیح نہ ہو سیکے کے بالغ ہونے یا نہ ہونے میں تردد نہیں ہوتا۔

2۔ جن لوگوں کو قصاص لینے کا حق حاصل ہے وہ قصاص لینے پر متفق ہوں یعنی وہ دورائے نہ رکھتے ہوں کیونکہ یہ ایسا حق ہے جو مشترک ہے اور اس کی تقسیم نہیں ہو سکتی لہذا اگر بعض ورثاء قصاص کی صورت میں اپنا حق وصول کر لیں گے۔ تو دیگر ورثاء کے (دیت لینے) یا معاف کرنے کے حق میں مداخلت کے مرتکب ہوں گے جس کا انہیں اختیار نہ تھا قصاص کے مستحقین میں سے اگر کوئی غیر حاضر ہو یا بالغ ہو یا مجنون ہو تو انتظار کیا جائے گا کہ غیر حاضر آدمی حاضر ہو جائے بچہ بالغ ہو جائے اور مجنون صحت یاب ہو جائے۔ اگر قصاص کے مستحقین میں سے کوئی شخص فوت ہو جائے تو اس کا وارث اس کا قائم مقام ہوگا۔ اگر قصاص کا حق رکھنے والوں میں سے کوئی ایک معاف کر دے تو مجرم سے قصاص نہیں لیا جائے گا۔

استحقاق قصاص میں تمام نسبی اور سببی ورثاء شریک ہیں وہ مرد ہوں یا عورتیں بڑے ہوں یا چھوٹے بعض علماء کی یہ رائے ہے کہ معاف کرنے کا حق صرف عصبہ کو ہے۔ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا یہی قول ہے۔ امام احمد رحمۃ اللہ

علیہ سے بھی ایک روایت اسی طرح کی ملتی ہے۔ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ نے اسی رائے کو پسند کیا ہے۔

3۔ قصاص کی صورت میں اس بات کا خاص خیال رکھا جائے گا کہ جو قصور وار نہیں اس پر زیادتی نہ ہونے پائے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے :

وَمَنْ قَتَلَ مَظْلُومًا فَهُوَ يَحْتَسِبُ لَهُ مَا يَتْلُو صُورًا ۚ فَتُحْطٰۤی بِاٰثِمِهِۦ ۚ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لِقَوْمٍ ۙ اِلٰهَاسُ ۙ سُوْرَةُ الْاِسْرَاءِ ۙ

"اور جو شخص مظلوم ہونے کی صورت میں مار ڈالا جائے ہم نے اس کے وارث کو طاقت دے رکھی ہے۔ چنانچہ وہ قتل (قصاص لینے) میں زیادتی نہ کرے بے شک وہ مدد کیا گیا ہے۔" [35]

جب قصاص میں زیادتی ہوگی تو (آیت کے مطابق) یہ "اسراف" ہے جس سے آیت مبارکہ منع کر رہی ہے۔ اگر کسی حاملہ عورت سے قصاص لینا واجب ہو یا قصاص واجب ہونے کے بعد وہ حاملہ ہو جائے تو جب تک وضع حمل نہ ہو گا اس عورت کو قتل نہ کیا جائے گا کیونکہ اس کو قتل کرنے سے اس کے پیٹ کا بچہ بھی قتل ہوگا حالانکہ وہ بے قصور ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے :

وَلَا تَرْزُقُوْا زَوْجَةً وَّزَوْجَهَا

"کوئی بوجھ والا کسی اور کا بوجھ لینے اور نہ لادے گا۔" [36]

بچے کی ولادت کے بعد دیکھا جائے گا کہ آیا بچے کو دودھ پلانے کا کوئی بندوبست ہو سکتا ہے؟ اگر کوئی بندوبست کر دے تو بچہ اس کے حوالے کیا جائے گا اور عورت کو قتل کر دیا جائے گا کیونکہ اب قصاص کے لیے کوئی رکاوٹ نہیں رہی۔ اگر بچے کو دودھ پلوانے کا انتظام نہ ہو سکے تو عورت کی سزا دو سال تک مؤخر کر دی جائے گی حتیٰ کہ بچہ دودھ پینا چھوڑ دے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے :

'اِذَا قُتِلَتْ اِمْرَاَةٌ مَّا فَتَحَ قَتْلُهَا فِتْنًا لِّبَنَاتِهَا كَمَا فَتَحَ قَتْلُهَا فِتْنًا لِّبَنَاتِهَا وَفِتْنًا لِّبَنَاتِهَا وَفِتْنًا لِّبَنَاتِهَا'

"اگر کوئی عورت کسی کو عداً قتل کر دے تو اسے اس وقت تک قتل نہ کیا جائے جب تک حمل کی صورت میں پیٹ میں موجود بچے کو جنم نہ دے اور بچے کی کفالت نہ کر لے۔ اسی طرح اگر زنا کا ارتکاب کرے تو حاملہ ہونے کی صورت میں جب تک بچے کو جنم نہ دے اسے رحم نہ کیا جائے۔ نیز بچے کی کفالت نہ کر لے۔" [37]

"اربعی حتی تفضی فی بطنک"

"تو واپس چلی جاتی کہ پیٹ میں موجود بچے کو جنم دے۔" [38]

پھر (بچے کی ولادت کے بعد) اسے فرمایا :

"اربعی حتی ترضع"

"تو واپس چلی جاتی کہ بچے کو مکمل مدت تک دودھ پلا لے۔" [39]

درج بالا دونوں حدیثوں اور آیت قرآنی سے واضح ہوا کہ حمل کی وجہ سے عورت کو قصاص میں اس وقت تک قتل نہیں کیا جاسکتا جب تک وہ بچے کو جنم نہ دے۔ اس پر علماء کا اجماع ہے۔ نیز ان احکام سے شریعت اسلامی کا کمال واضح ہوتا ہے کہ اس نے پیٹ میں موجود بچے کا کس قدر خیال رکھا ہے کہ اسے ہر قسم کی تکلیف و نقصان سے بچایا ہے بلکہ اس کی زندگی کو بچانے کے لیے سزا جینے میں تاخیر کی۔ پھر اس کی کفالت کا بندوبست کیا۔ بندوں کی مصلحتوں اور فوائد پر محیط شریعت کے مل جانے پر ہم اللہ تعالیٰ کے شکر گزار ہیں۔

جب کسی سے قصاص لینے کا وقت آنے تو ضروری ہے کہ حاکم یا اس کے نائب کی نگرانی میں یہ کام ہو تاکہ قصاص کے فیصلے میں زیادتی نہ ہو جائے اور شریعت کے تقاضے بھی پورے ہوں۔

قصاص لینے کے لیے ایسا ہتھیار استعمال میں لایا جائے جو تیز دھار ہو۔ مثلاً : تلوار یا پتھر وغیرہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے۔

"مَا قُتِلَ فَاَمْرًا اَوْ نِسَاءً"

"جب تم (کسی) کو قتل کرو تو چھپے طریقے سے قتل کرو۔" [40]

قصاص لینے کے لیے آلہ استعمال نہ کیا جائے جو کند ہو کیونکہ یہ قصاص میں زیادتی کرنے کے مترادف ہے جو ممنوع ہے۔

اگر مقتول کا سر پرست شرعی طریقے سے اور اچھے انداز میں قصاص لے سکتا ہو تو ٹھیک ورنہ حاکم مقتول کے ولی کو حکم دے گا کہ کسی کو وکیل بنائے تاکہ وہ اس کے لیے قصاص لے۔

اہل علم کا صحیح قول یہی ہے کہ مجرم سے قصاص لینے کا وقت وہی صورت اختیار کی جائے جو مجرم نے اختیار کی تھی کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔

وَإِنْ مَّا قُتِلَ فَاِمْوَالُهُمْ بِمَالِهِمْ ۙ ذٰلِكُمْ اَنْزَلَ اللّٰهُ ۙ سُوْرَةُ النِّحْلِ ۙ

"اور اگر تم بدلہ لو تو بالکل اتنا ہی جتنا صدمہ تمہیں پہنچا گیا ہو۔" [41]

نیز اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے :

فَمِنْهُمْ مَنْ جَاءَهُ مَا عَصَىٰ بِمِثْلِ مَا عَصَىٰ عَلَيْهِ بِمِثْلِ مَا عَصَىٰ عَلَيْهِ ... ۱۹۴ ... سورة البقرة

"پھر جو تم پر زیادتی کرے تو تم بھی اس پر اسی کے مثل زیادتی کرو جو اس نے تم پر کی ہے۔" [42]

حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ یہودی کا سر اسی طرح پتھروں سے کچلا جائے جیسے اس نے ایک (انصاری لڑکی) کا سر کچلا تھا۔ [43] امام ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ "شریعت اور انصاف کا یہی تقاضا ہے کہ مجرم جیسا کرے ویسا بھرے۔ کتاب اللہ سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آثار صحابہ کرام رضوان اللہ عنہم اجمعین اس پر مستقن ہیں۔"

اگر مجرم نے کسی کے پہلے ہاتھ کاٹے پھر اسے قتل کیا تو قصاص بھی اسی طرح لیا جائے گا۔ اس نے پتھر کے ساتھ یا پانی میں ڈبو کر یا کسی اور صورت سے قتل کیا تو مجرم کو بھی اسی طرح لیا جائے گا۔ البتہ مذکورہ صورتوں میں اگر وارث صرف تلوار سے قتل کرنے پر راضی ہو تو اسے اختیار ہے اور یہ افضل بھی ہے۔ اگر کسی شخص نے کسی کو حرام کام کے ارتکاب کے ذریعے سے قتل کیا تو اسے تلوار ہی کے ساتھ قتل کیا جائے گا۔ آج کے دور میں کسی کو گولی مار کر قتل کرنا تلوار کے ساتھ قتل کرنے کے مترادف ہے بشرطیکہ مارنے والا ہتھیار نشانہ باز ہو۔

[1] - الانعام: 5/15-

[2] - صحیح مسلم القسامۃ باب بیاح بہ دم المسلم؛ حدیث 1676-

[3] - النساء: 4/93-

[4] - النساء: 4/48-

[5] - الزمر: 53-39-

[6] - الجواب الکافی لابن القیم ص 207-208-

[7] - النساء: 93-4/92-

[8] - سنن ابی داؤد الدیات باب دیات الارضاء حدیث: 6545- و مسند احمد 2/183-

[9] - سنن ابی داؤد الدیات باب فی دیۃ الخطا شبہ العمد حدیث 4547 و سنن النسائی القسامۃ باب کم دیۃ شبہ العمد؛ حدیث: 4795- و سنن ابن ماجہ الدیات باب دیۃ شبہ العمد مغلطہ حدیث 2627-

[10] - ہدایۃ المجتہد: 2/704-

[11] - صحیح البخاری الدیات باب جنین المراءۃ وان العقل علی الولد حدیث 6910- و صحیح مسلم القسامۃ باب دیۃ الجنین حدیث 1681-

[12] - جمہور علمائے کرام نے بچے یا دیوانے کے قتل کو یا "قتل سبب" کا باعث بننے والے کو مرفوع القلم قرار دیا ہے یعنی ان پر کچھ بھی لازم نہیں آتا۔ اس مسئلے کی وضاحت کے لیے "تفہیم الموارث" دیکھیے۔ (صارم)

[13] - النساء: 4/92-

[14] - الانفال: 8/72-

[15] - تفسیر فتح القدیر النساء: 4/92-

[16] - صحیح البخاری الفرائض باب میراث المراءۃ والزوج مع الولد وغیرہ حدیث 6740 و صحیح مسلم القسامۃ باب دیۃ الجنین حدیث 1618-

[17] - الفتاویٰ الکبریٰ الاقتیارات العلمیۃ الدیات 5/525-

[18] - البقرۃ: 2/178-

[19] - المائدہ: 5/45-

[20] - البقرۃ: 2/179-

[21] - تفسیر القدیر البقرۃ: 2/179-

[22]۔ صحیح البخاری الدیات باب من قتل له قلیل فربخیر النظرین حدیث 6880۔ و صحیح مسلم الحج باب تحریم کلمہ و تحریم صیدھا و غلاھا حدیث 1355۔

[23]۔ البقرة: 2/178۔

[24]۔ البقرة: 2/237۔

[25]۔ صحیح مسلم البر والصلة باب استجاب العفو والتوضیح حدیث 2588 و مسند احمد 2/235 واللفظ له۔

[26]۔ سنن ابی داؤد الحد و دباب فی الجنون یسرق او یصیب حدیث 4403 والتفصیل البحر 1/183۔ حدیث 253۔

[27]۔ صحیح البخاری العلم باب فی کتابہ العلم حدیث 111 و سنن ابی داؤد یلفظ (لا یقتل مؤمن) (الديات باب ایتقاد المسلم من الکافر؟ حدیث 4530۔

[28]۔ (ضعیف) سنن الدار قطنی 3/133 حدیث 3227 وارواء الغلیل 7/26 حدیث 2211۔

[29]۔ المائدة: 5/45۔

[30]۔ البقرة: 2/178۔

[31]۔ جامع الترمذی الدیات باب ما جاء فی الرجل یقتل ابنته یقتاد و متہ ام لا؟ حدیث 1401۔ و سنن ابن ماجہ الدیات باب لا یقتل الوالد یولدہ حدیث 2662۔

[32]۔ البقرة: 2/178۔

[33]۔ البقرة: 2/179۔

[34]۔ المائدة: 5/50۔

[35]۔ بنی اسرائیل 17-33۔

[36]۔ بنی اسرائیل: 17-15۔

[37]۔ (ضعیف) سنن ابن ماجہ الدیات باب الحائل یجب علیہا القود حدیث: 2694۔

[38]۔ هذا معنی الحدیث و اصلہ فی صحیح مسلم الحد و دباب من اعترف علی نفسه بالزنی حدیث 1695۔

[39]۔ المصدر السابق۔

[40]۔ صحیح مسلم الصيد باب الامر یاحسان الذبح و القتل و تحمید الشفرة حدیث 1955۔

[41]۔ النحل: 16-126۔

[42]۔ البقرة: 2/194۔

[43]۔ صحیح البخاری الخصومات باب ما ذکر فی الاشخاص و الخصومة بین المسلم و الیہود حدیث 2413۔

حدامہ عندی و اللہ اعلم بالصواب

قرآن و حدیث کی روشنی میں فقہی احکام و مسائل

قصاص اور جرائم کا بیان: جلد 02: صفحہ 367